امام زہری کی شخصیت بھی نہ بچ سکی۔ اس سلسلے میں مشہور مستشرق گولڈ زیہر (Gold ziher) (۱۸۵۰-۱۹۲۰ء) کا نام قابل ذکر ہے۔ اس نے لکھا کہ زہریؒ اموی حکم رانوں کے لیے احادیث گھڑا کرتے تھے۔ بعد میں کچھ نام نہاد مسلم محققین بھی اس مشن میں لگ گئے، چنانچہ جناب تمنا عمادی نے انھیں مجروح ٹھہرایا اور ان پر تدلیس، ارسال اور ادراج کے الزامات لگائے۔ آخر میں جناب خالد مسعود (شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی) اور جناب شہزاد سلیم (شاگرد جناب جاوید احمد غامدی) نے بھی اپنی تحریروں میں انہی الزامات کو دہرایا اور امام زہری کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے کی کوشش کی۔ زیر نظر کتاب میں امام زہریؒ کے بارے میں معترضین کے تمام اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں امام زہری کے احوال و آثار کا تذکرہ ہے۔ باب دوم میں مسلم معترضین کے اعتراضات کا اور باب سوم میں گولڈ زیہر کے اعتراضات کا رد کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں امام زہری کی ثقاہت ثابت کی ہے اور معترضین کے شکوک وشبہات کا بھرپور رد کیا ہے۔ گولڈ زیہر کے اعتراضات تو انھوں نے اسی کے الفاظ میں نقل کیے ہیں، لیکن مسلم معترضین کے سلسلے میں ایسا نہیں کیا ہے۔ مناسب تھا کہ پہلے ان کے اعتراضات انہی کے الفاظ میں نقل کیے جاتے، پھر ان کا جواب دیا جاتا۔

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر اور شش ماہی علمی وتحقیقی مجلّہ 'الاضواء' کے مدیر ہیں۔ وہ قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس اہم موضوع پر اپنی تحقیق پیش کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور اس کا فائدہ عام کرے۔ (م-ر)

احیائے دین اور ہندوستانی علماء **ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی**

ناشر: القلم پبلی کیشنز، بارہمولہ، کشمیر، تقسیم کار: اردو بک ریویو، نئی دہلی-۲۰۱۱ء، صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۲۱۰ روپے۔

گذشتہ دو صدیوں کے دوران برصغیر ہند میں کئی ایسی نمایاں شخصیات پیدا

ہوئیں جنھوں نے احیائے اسلام کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ سید احمد شہید (۱۷۸۶-۱۸۳۱ء) اور شاہ اسماعیل شہید (۱۷۷۹-۱۸۳۱ء) نے خالص عقیدۂ توحید کی دعوت کے ساتھ ملت میں جہاد و شہادت کی روح پھونکی اور استعماری طاقتوں کے خلاف مؤثر مزاحمت کرکے آزادئ وطن کی راہ ہموار کی۔ مولانا حمیدالدین فراہی (۱۸۶۲-۱۹۳۰ء) نے حاکمیت الٰہ کے تصور کو نمایاں کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸-۱۹۵۸ء) نے 'حزب اللہ' کے قرآنی خاکے کی تفصیل فراہم کرکے ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے انگریزوں کے خلاف جنگ اور اسلامی تحریک کو دوش بدوش کھڑا کر دیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴-۱۹۵۳ء) نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا اور ساتھ ہی اپنی تحریروں کے ذریعے اسلامی نظریۂ حکومت کے خدّ و خال واضح کیے۔ اس کے علاوہ یہاں بیسویں صدی میں دو ایسی تحریکیں (تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی) برپا ہوئیں جو دین کی تبلیغ اور اس کی اقامت کے میدان میں سرگرم ہیں۔ ان کے بانیان مولانا محمد الیاس (۱۸۸۶-۱۹۴۴ء) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) نے اپنے اپنے طور سے احیائے دین کی خدمت انجام دی ہے۔ بعد میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۱۳-۱۹۹۹ء) اور مولانا محمد منظور نعمانی (۱۹۰۳ء-۱۹۹۷ء) نے مولانا مودودیؒ کے تصور دین پر نقد کیا اور احیائے دین کے لیے اپنے طریقۂ کار کی نشان دہی کی۔ موجودہ دور میں مولانا وحیدالدین خاں دین کی ترجمانی اور اس کی دعوت کے سلسلے میں اس حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں کہ ان کا فکر امت کے اب تک کے فکر سے مختلف اور متضاد ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں احیائے دین کے تعلق سے ان علماء کے افکار کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف کے بہ قول ''پیش نظر کتاب کوئی باقاعدہ مرتب تصنیف نہیں، بلکہ منتخب مقالات کا مجموعہ ہے، جو مختلف اوقات میں تحریر کیے گئے تھے اور اب موضوع کی مناسبت سے انھیں یکجا کر دیا گیا ہے''۔ (ص ۸)

فاضل مصنف ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی شعبہ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ ان کے درجنوں تراجم و تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

عالمی تحریکاتِ اسلامی پر ان کی خصوصی نظر ہے۔ اس موضوع پر ان کی تصانیف 'تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں' اور 'جدید ترکی میں اسلامی بیداری' علمی حلقوں میں مقبول ہیں۔ ان کی یہ تازہ کاوش بھی انشاء اللہ دادِ تحسین حاصل کرے گی۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے برصغیر میں گذشتہ دو صدیوں میں غلبۂ اسلام کی جدو جہد کی روداد کا پتا چلتا ہے۔ اس سے اس راہ کے نشیب و فراز کے ساتھ مسافرانِ اقامت دین اور آرزومندانِ غلبۂ اسلام کی گرم جوشیوں اور کوتاہیوں کی تفصیلات بھی سامنے آتی ہیں۔ ان سے آئندہ کے لیے خطوط کار کی بہتر تعیین بھی ہو سکتی ہے اور تحریک کو اور زیادہ مؤثر، فعّال، نتیجہ خیز اور غلطیوں و کوتاہیوں سے پاک بھی بنایا جا سکتا ہے۔

کتاب کے سبھی مقالات قیمتی اور مفید ہیں، خاص طور سے تحریک شہیدین اور 'حزب اللہ' سے متعلق مقالات گراں قدر ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی فکر اور تحریک کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا وحیدالدین خاں کی تحریروں کا تنقیدی جائزہ بھی جان دار ہے، البتہ بعض مقامات پر فاضل مصنف کا لب و لہجہ سخت ہو گیا ہے، جس کا انھیں بھی اعتراف ہے۔ مضامین پر نظر ثانی کرتے وقت اسے معتدل کیا جا سکتا تھا۔

کتاب کے ابتدائی مضامین میں سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید، مولانا فراہی، مولانا ابوالکلام، اور مولانا سید سلیمان ندوی کے افکار کا مطالعہ مثبت اور معروضی انداز میں پیش کیا گیا ہے، لیکن اگلے تمام مضامین میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر پر نقد کرنے والوں کے افکار کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، خود مولانا مودودی کی سیاسی فکر اور احیائے اسلام کے لیے ان کی جدّ و جہد پر مثبت اور معروضی انداز سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

بہرحال زیر نظر کتاب آج کے تغیر پذیر حالات میں تحریک اسلامی کی تفہیم کے سلسلے میں ایک اہم کوشش قرار دی جا سکتی ہے۔ دین کو غالب اور سربلند دیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ (محمد جرجیس کریمی)